BROWN BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188576
LIBRARY
UNIVERSAL

۱۲۵۳۴۹ [illegible]

[illegible]

[illegible]

۳۰

[illegible]

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳۴ ع   Accession No. ۶۳۳۲

Author ع - عصمت علی خاں

Title تزک بال گنگا دہر

This book should be returned on or before the date last marked below.

جملہ حقوق محفوظ

بال گنگا دھر تلک

ہندوستان کے

مشہور و معروف لیڈر کی سوانح عمری

سنہ ۱۹۱۹ء

لال اسٹیم پریس میں باہتمام لالہ کرم چند پرنٹر چھپی

بار اول ۵۰۰ — قیمت ۸ر

۹۳۳۴۴

۱۶
۲۳

۱۹۰۲

تلک

از مولانا حسرت موہانی

اے تلک اے افتخارِ جذبۂ حُبِّ وطن۔
حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن +
تجھ سے قایم ہے بِنا آزادیِ بیباک کی۔
تجھ سے روشن اہلِ اخلاص و صفا کی انجمن +
سب سے پہلے تو نے کی برداشت ای فرزندِ ہند
خدمتِ ہندوستاں میں کلفتِ قیدِ محن +
ذات تیری رہنماے راہِ آزادی ہوئی۔
تجھ گرفتارِ غلامی ورنہ یارانِ وطن +
تو نے خودداری کا پھونکا ای تلک ایسا فسوں۔
یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسمِ کہن +
ناز تیری پیروی پر حسرتِ آزاد کو۔
اے تجھے قایم رکھے تا دیر ربِّ ذوالمنن +

پیدائش اور خاندان

بلونت راؤ گنگا دھر تلک ۱۸۵۶ء میں ۲۳- جولائی کے روز بمقام رتنا گری پیدا ہوئے تھے- ان کے آبا و اجداد تاریخ مہاراشٹر میں نمایاں حصہ لیتے آئے تھے- اور وہ درقوم اور محبت وطن کا جوش جوان کے تمام کارناموں میں جھلکتا نظر آتا ہے- انہیں حقیقت میں اپنے آبا و اجداد ہی سے ورثے میں ملا تھا+ ان کے والد گنگا دھر رام چند تلک کچھ عرصے تک تو ایک مقامی سکول میں معلم رہے- اور بعد میں شہر تھانا اور پونا میں اسسٹنٹ ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر کے عہدے پر سرفراز ہو گئے- رام چند تلک اپنے زمانہ معلمی میں سب سے انتہا ہر دلعزیز تھے- اور اسی زمانے میں انہوں نے گرامر اور ٹریگونومیٹری کے متعلق تصانیف بھی شائع کی تھیں +

بال گنگا دھر تلک نے باپ کی صفات و خصوصیات وراثت میں حاصل کیں- اور منجملہ اور باتوں کے ریاضی اور مشرقی ادب کا شوق بھی ارث میں پایا- لیکن ابھی ان کی عمر سولہ ہی ایک برس کی

ہوگئی۔ کہ والد کا سایۂ عاطفت سر پر سے اٹھ گیا۔ بہرحال ان کی تعلیم بدستور جاری رہی۔ اور ۱۸۷۲ء میں یہ میٹرکولیشن پاس کر کے دکن کالج پونا میں داخل ہوگئے۔ ۱۸۷۷ء میں انہوں نے بی۔ اے کے امتحان میں امتیاز و اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ اور ۱۸۷۹ء میں بمبئی یونی ورسٹی سے قانون کا امتحان پاس کر لیا۔

کالج کا زمانہ طالب علمی تھا۔ کہ مسٹر اگرکار مرحوم سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ اور چونکہ طبیعت کا مذاق و رجحان یکساں تھا۔ اس لئے تعلقات نے بہت جلد نہایت پختہ دوستی کی صورت اختیار کر لی۔

پیشے کا انتخاب

ہندوستانی نوجوانوں کے لئے یہ مسئلہ ہمیشہ الجھن کا باعث ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی آیندہ زندگی کے لئے کس پیشے کا انتخاب کریں۔ چنانچہ یہ دونوں دوست بھی بہت مدت تک اس کے متعلق غور کرتے رہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے۔ کہ اس قدر جلد ان دونوں نوجوانوں نے عزم مصمم کر لیا تھا۔ کہ ہم سرکاری محکموں میں کبھی ملازمت نہ کریں گے۔

انہیں کسی مادی منفعت کا خیال نہ تھا۔ چنانچہ زمانہ شباب کے عالم خیال میں یہ اپنے آپ کو گرو کی حیثیت میں تصور کر کے خوش ہوا کرتے تھے۔ آخر دونوں دوستوں نے مل کر یہ تجویز بنائی۔ کہ ایک اپنا سکول اور کالج قایم کیا جائے۔ اور ہم اپنی زندگی اس کی ترقی و بہبودی کی کوشش

میں صرف کر دیں۔ لیکن کسی کی امداد کے بغیر اس قدر عظیم الشان کام کا آغاز کچھ سہل نہ تھا۔ چنانچہ یہ اپنی بے بسی پر دل مسوس کر رہ جاتے تھے۔ اور لوگ ان کے خیالی پلاؤں کو سن سن کر انہیں شیخ چلّی کہنے لگے تھے *

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں مسٹر وشنو کرشن چپلونکار سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر اس بات کے خواہشمند تھے۔ کہ اگر کوئی زیادہ آزادی اور سہولت کی جگہ ملے۔ تو وہاں ملازمت کریں۔ کسی غیر سرکاری سکول کی ملازمت اس خیال سے یقیناً بہت موزوں تھی۔ چنانچہ تینوں کا جو ملنا ہوا۔ تو خوب گہری چھنی اور اپنی اپنی تجاویز پر خوب بحث مباحثہ ہوا دو سے تین تو ہوئے ہی تھے۔ ایک چوتھے صاحب اور مل گئے یعنی ایم۔ بی نامجوشی مرحوم جو عجیب و غریب ذہانت و فراست کے شخص تھے ان کے حامی و مددگار بن گئے۔ اور آخر وہ زمانہ بھی آگیا۔ کہ ان چاروں دوستوں کی مدت کی آرزوئیں اور تمنائیں عملی جامہ پہنائیں۔ چنانچہ ۲۔ جنوری سنہ ۱۸۸۰ء کو ان سب نے مل کر پونا میں ایک جدید انگریزی سکول جاری کر دیا۔ ماہ جون میں مسٹر وی۔ سی اپیٹے ایم۔ اے بھی مدرسے کے معاون ہو گئے۔ اور اسی سال کے اختتام پر جب مسٹر اگرکار نے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کر لی۔ تو وہ بھی ان سب کے ہمراہ معلّمی کے کام میں شریک ہو گئے *

تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ ان پانچوں اولوالعزم شخصوں نے کیسری اور مرہٹہ دو اخبار بھی جاری کر دیئے۔ تھوڑے سے ہی زمانے میں کام

چل نکلا۔ اور کوششیں بارآور ہوئیں۔ مدرسے نے پونا کے تمام سکولوں کی شہرت کو ماند کر دیا۔ اور اخباروں نے دکن میں وہ نام پیدا کیا کہ باید وشاید +

انجمن تعلیم دکن

مسٹر تلک اور ان کے ہمراہیوں کو جو طوفان حیات کا پہلا تھپیڑا لگا۔ وہ یہ تھا۔ کہ مسٹر تلک اور مسٹر اگرکار کو چار چار ماہ قید محض کی سزا ملی + بات یہ ہوئی تھی۔ کہ کولہا پور کے ایک انگریز افسر کا سلوک وہاں کے راجہ سے بہت کچھ قابل اعتراض تھا۔ کیسری اور مرہٹہ نے اس طرز عمل پر چند سخت اعتراضی مضامین لکھے۔ اور مسٹر ایم۔ ڈبلیو بارو نے جو ریاست مذکور میں افسر تھے۔ ان پر ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر دیا + گو عدالت سے حسب توقع سزا کا حکم صادر ہوا۔ لیکن اس کے باعث ان کی مظلومیت نے لوگوں کو اُن سے متاثر کیا۔ اور سب لوگ ان کے معاملات میں بے حد دلچسپی لینے لگے۔ ہر طرف سے ان کی امداد ہونی شروع ہو گئی۔ اور ان ہی کی معاونت کے لئے ایک ناٹک کا کھیل بھی کیا گیا۔ جس میں مسٹر گوکھلے مرحوم نے بھی بذات خود پارٹ کیا۔ اسی مقدمے میں مسٹر چپلونکار بھی ماخوذ ہوئے تھے۔ لیکن دوران مقدمے ہی میں ان کا انتقال ہو گیا جس کے باعث مسٹر تلک پر ذمہ واریوں کا بہت بار پڑ گیا +

۱۸۸۴ء میں ان باہمت دوستوں کی مختصر جماعت نے باقاعدہ کام کرنے کی غرض سے انجمن تعلیم دکن کی بنیاد ڈالی۔ چند اور جوشیلے نوجوان مسٹر وصرپ۔ مسٹر کیلکر اور مسٹر گول ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور کچھ عرصے کے بعد مسٹر گوکھلے بھی انجمن کے دست بازو بن گئے۔ ان کے سکول نے رفتہ رفتہ اتنی ترقی کر لی۔ کہ انجمن تعلیم کو وہ مشہور کالج کھولنے کی بھی جرأت ہوئی۔ جو آج فرگوسن کالج کے نام سے تمام مہاراشٹر میں مشہور ومعروف ہے۔ گو مسٹر تلک اصل میں ریاضی کے پروفیسر تھے۔ لیکن وہ طالب علموں کو سنسکرت اور سائنس بھی پڑھایا کرتے تھے۔ ان تینوں مضامین کی پروفیسری میں مسٹر تلک نے اپنی ہمہ دانی۔ زبردست علمیت اور طباعی کا بے انتہا عمدہ ثبوت دیا۔

پروفیسری سے استعفا

لیکن مسٹر تلک نے کچھ زیادہ مدت تک پروفیسری نہ کی۔ صرف پانچ سال تک ہی وہ اپنے دل وجان سے اس خدمت کو ادا کر سکے ہوں گے۔ کہ ۱۸۹۰ء میں انہیں پروفیسری سے استعفا دینا پڑا۔ اس کے کئی باعث تھے۔ جن کی مین میخ نکالنی امر لاحاصل ہے۔ اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ کہ ۱۸۸۸ء سے اصلاح معاشرت کے سوالات کی نسبت انجمن کے ممبروں کے درمیان رائے کا اختلاف ہو گیا تھا۔ اور سب سے زیادہ اختلاف مسٹر تلک اور مسٹر اگرکار کے درمیان تھا۔ اس

اختلاف رائے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسٹر اگرکار نے ایک نیا اخبار جاری کردیا اور کیسری اور مرہٹہ کے کل انتظام و انصرام مسٹر تلک کے ذمے ہو گئے۔ لیکن ایک اس سے بھی بڑی وجہ کہ جس کے باعث مسٹر تلک مستعفی ہوئے۔ اور انہوں نے انجمن سے تعلقات منقطع کئے یہ تھی کہ ۱۸۸۹ء میں مسٹر گوکھلے سرواجنیک سبھا کے سکرٹری مقرر ہو گئے تھے مسٹر مسٹر تلک نہایت شد و مد کے ساتھ اس خیال کے حامی تھے۔ کہ پروفیسروں کو پورے دل و جان کے ساتھ اپنی معلمی کے کام میں مصروف رہنا چاہیئے۔ اور دوسری تحریکات میں نہ پڑنا چاہیئے۔ ان کے کالج کے دیگر پروفیسر ان کے ہم خیال تھے نہیں چنانچہ ۱۸۹۰ء میں انہوں نے انجمن تعلیم دکن کی ممبری سے بھی استعفا دیدیا۔

سیاسی زندگی

اس استعفے کے باعث انہیں ملکی اور قومی خدمات کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ قانون عمر ازدواج کے خلاف تحریک پیدا کرنے میں انہوں نے اپنے لیس کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ وہ اس امر کے سخت خلاف تھے۔ کہ ایک اجنبی حکومت لوگوں کے مذہبی اور معاشرتی امور کے متعلق کوئی جبری قانون پاس کرے۔ بعض لوگوں نے ان کی مخالفت کی۔ ان پر قدامت لپسندی کا الزام لگایا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پونا میں دو جماعتیں بن گئیں۔ وہ اس قدامت کے

علم بردار کو بہت مطعون کیا گیا +

مسٹر تلک نے ایک قانونی جماعت بھی جاری کر دی جو تمام صوبے میں اپنی قسم کی پہلی کوشش تھی۔ اور اس جماعت کے ذمے طالب علموں کو ہائی کورٹ اور وکالت ضلع کے امتحانات کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ اس اثنا میں "کیسری" اپنے اثر اور ہر دلعزیزی میں رفتہ رفتہ معتد بہ ترقی کرتا جا رہا تھا +

اورایَن

لیکن مسٹر تلک کا طبعی رجحان و میلان تحقیق و تدقیق کی جانب تھا۔ اور صرف حالات کا تقاضا تھا۔ کہ ان کی سرگرم فطرت سیاسیات کے بھنور میں آ پھنسی تھی۔ انہیں اپنے لڑکپن سے بھاگوت گیتا اور ویدوں کے مطالعہ کا بیحد اشتیاق تھا۔ وہ انہیں نہایت شوق اور توجہ سے پڑھا کرتے تھے۔ اور ان میں نئی نئی معنی آفرینیاں کرتے تھے۔ اس زمانے میں بھی انہوں نے اپنا ریاضی اور علم ہیئت کا پورا علم اس کوشش میں صرف کیا۔ کہ ویدوں میں جو کہیں کہیں ہیئت کی جانب اشارے ہیں ان کے ذریعہ ویدوں کی تاریخ تصنیف کو تحقیق کریں + آخر اس تحقیق کا نتیجہ برآمد ہوا۔ انہوں نے ویدوں کی قدامت کے متعلق ایک رسالہ لکھا۔ اور اس کا خلاصہ ماہرین السنۂ مشرق کی بین الاقوامی کانگریس کو روانہ کیا۔ اور ۱۸۹۳ء میں یہ کتاب

"اوراین" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس تصنیف میں مسٹر تلک نے "اوراین" کی یونانی روایت اور ان تاروں کی شکل کا تعلق سنسکرت لفظ اگریان یا اگراہین سے پیدا کیا ہے۔ اور چونکہ سنسکرت میں لفظ مذکور کے معنے سال کا آغاز ہیں۔ اس بنا پر مسٹر تلک نے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ رگ وید کے تمام وہ بھجن جن میں اس لفظ کا یا ان روایات کا جو اس لفظ کے متعلق ہیں اشارہ ہے۔ ضرور اس زمانے میں ہوں گی۔ جب یونانی اور ہندوستانی اکٹھے بستے تھے۔ اور جدا نہ ہوئے تھے۔ اور جب سال اس وقت شروع ہوتا تھا۔ کہ سورج اوراین یا مری گا سرش کے ستاروں میں ہوتا تھا۔ یعنی چار ہزار سال قبل مسیح۔ ماہرین علوم مشرق مثلاً میکس مولر۔ جیکوبی اور وہٹنی نے اس تصنیف کو بے حد پسند کیا۔ اور پروفیسر وہٹنی نے امریکہ کی انجمن علوم مشرق کے رسالے میں مسٹر تلک کو اس کے متعلق نہایت شاندار مبارک باد دی۔

قانون و سیاسیات

لیکن چونکہ ان کے وقت کا بیشتر حصہ قانونی۔ اخباری اور سیاسی کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ اس لئے وہ اپنا تحقیق کا مشغلہ کچھ زیادہ عرصے تک جاری نہ رکھ سکے۔ ۱۸۹۴ء میں انہیں ریاست بڑودہ کے راؤ صاحب کے مقدمے میں بہت محنت کرنی پڑی۔ جن پر رشوت لینے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مسٹر تلک نے ایم۔ سی رینپٹے اور

ڈی۔اے کھیر کے ساتھ ملزم کی طرف سے وکالت کی۔ اور اس مقدمے میں بلے انتہا حصہ لیا + یہ امر بھی دلچسپی کا باعث ہے۔ کہ اس مقدمے میں استغاثے کے وکیل مسٹر پی۔ ایم مہتہ اور مسٹر برین سن تھے۔ جن میں سے ایک آیندہ سالوں میں ان کا قانونی اور دوسرا سیاسی مقابل بن گیا +

مسٹر تلک ان سالوں میں بمبئی کے ضلع کی کانفرنس کے سکرٹری بھی تھے۔ انھوں نے ہی اس کے پہلے پانچ اجلاسوں کو منعقد کیا تھا۔ اور اس کا پانچواں اجلاس جو ۱۸۹۲ء میں پونا میں منعقد ہوا تھا۔ بے انتہا شاندار و کامیاب تھا + آیندہ سال وہ ایک اور سیاسی جنگ کی صف اول میں نظر آتے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کچھ فساد ہو گیا تھا۔ اور مسٹر تلک کا خیال تھا۔ کہ یہ لارڈ ڈفرن کے اس اصول کا نتیجہ ہے۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر حکومت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ یہ کچھ تعجب کا مقام نہیں۔ کہ اس رائے کے اظہار سے بمبئی کی گورنمنٹ ان سے بگڑ گئی +

سیواجی کی یادگار

مصائب کی گھنگور گھٹائیں سیلاب کی طرح پھیلتی پھیلاتی چلی آرہی تھیں۔ ۱۸۹۵ء میں انھوں نے یہ تحریک کی۔ کہ ہر سال سیواجی کی یادگار میں ایک جلسہ بطور عرس کے ہوا کرے۔

انہوں نے تاریخ مرہٹہ کا نہایت خوبی اور عمدگی سے مطالعہ کیا تھا اور انہیں اپنی قوم کے تمام کارناموں کا خوب علم تھا۔ وہ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے تھے۔ کہ مدت کی نیند اور سکوت کے بعد جب ایک قوم کو بیداری اور حرکت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو قوم کے بہادروں کے افسانوں کا تازہ کرنا کس قدر مفید ہوتا ہے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ اگر سیواجی کی شان میں جشن منائے جائیں۔ تو یہ مہاراشٹر کے لوگوں کے مردہ قوا میں ازسرنو تازگی حیات پھونکیں گے۔ اس خیال سے انہوں نے کیسری میں جو ایک مضمون لکھا۔ تو اس کا اتنا زبردست اور ایسا عظیم الشان اثر ہوا۔ کہ چشم زدن میں بیس ہزار کی رقم اس غرض سے جمع ہو گئی۔ کہ قلعہ رائے گڑھ میں سیواجی کے مقبرے کی مرمت میں صرف کی جائے + مقبرے کی مرمت کی تحریک نے رفتہ رفتہ ترقی کر کے یہ صورت اختیار کر لی۔ کہ مرہٹہ سردار سیواجی کی پیدائش اور تاجپوشی کے دن جلسے اور جشن بھی ہونے لگے +

قحط اور طاعون

۱۸۹۶ء اور ۱۸۹۷ء میں مہاراشٹر کی آبادی میں قحط اور طاعون کا بے حد زور ہو گیا۔ اس ملک میں آج تک جس قدر

تھا ہوئے ۱۸۹۶ء کا قحط ان سب میں بے انتہا زوروں کا تھا۔ مسٹر تلک کو اپنے اہل ملک سے جو محبت ہے۔ اور جو ان کی پبلک زندگی کا سب سے قابل تعریف پہلو ہے۔ اس سے مجبور ہو کر وہ فوراً ان مصیبت زدوں کی امداد کو تیار ہو گئے۔ انہوں نے گورنمنٹ کو مجبور کیا۔ کہ وہ قانون قحط کی رسد کا انتظام کرے۔ اور ساتھ ہی پونا میں سستے اناج کی دکانیں بھی کھول دیں۔ انہوں نے شولاپور کے جلاہوں کی مصائب دور کرنے کی بھی تجاویز بنائیں۔ لیکن بعض وجوہ سے جن کو ہم ان مختصر حالات میں نظرانداز کرتے ہیں۔ وہ تجاویز کچھ کامیاب نہ ہو سکیں +

جب طاعون کی وبا پھوٹی۔ تو مسٹر تلک غربا و بے مقدرت لوگوں کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے ایک ہندو پلیگ ہسپتال کھول دیا۔ لوگوں میں تحریک کی۔ امداد و نگرانی کے کام کے لئے والنٹیر بنائے۔ اور وبا سے بے فکر اور بے خطر ہو کر طاعون زدوں اور مصیبت کے ماروں کے سرہانے بیٹھے رہے۔ گورنمنٹ نے طاعون دور کرنے کے لئے جو کوششیں کیں۔ اس میں انہوں نے گورنمنٹ کو امداد دی اور طاعون کی دار و گیر کی دشواری کے متعلق گورنر اور افسروں سے نامہ و پیغام کا سلسلہ بھی کیا۔ مسٹر تلک کی یہ خدمت بالکل بے غرض اور بے حد ایثار کی تھی۔ کسی انعام کی توقع نہ تھی کسی فائدے کی امید نہ تھی۔ بلکہ خود اپنی جان معرض خطر میں تھی۔ ان کی ان

خدمات کا خیال رکھتے ہوئے یہ امر باعث تعجب نہیں۔ کہ صوبہ بمبئی کے لوگ ان کی اس قدر عزت و احترام کرتے ہیں۔ اور ان کے پسینے پر اپنا لہو بہانے کو تیار ہیں +

الزام بغاوت

قضا و قدر کا منشا کچھ اور تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مفید اور نیک کام کو کچھ زیادہ عرصے تک سرانجام نہ دے سکے۔ ۱۵ جون ۱۸۹۷ء کی تاریخ کے کیسری میں جشن یادگار سیواجی کا حال شائع ہوا تھا۔ اور ۱۳ تاریخ کو جو سیواجی کی تاجپوشی کا روز تھا۔ یہ جشن منعقد ہوا تھا۔ ۲۲۔ جون کے روز نہ معلوم کس نے مسٹر رینڈ اور لفٹننٹ ایرسٹ کو قتل کر دیا + ان حادثات کے باعث بہت ہل چل مچ گئی۔ اور گورنمنٹ کو شبہ ہوا۔ کہ کیسری کے مضمون کو اس قتل سے ضرور کچھ تعلق ہے۔ چنانچہ مسٹر تلک کو حراست میں لئے جانے کا حکم صادر کر دیا + آخر مقدمہ ہائی کورٹ کے سامنے پیش ہوا۔ اور نہایت مشکل سے مسٹر تلک ضمانت پر چھوٹ سکے + ان کے فیصلے کے لئے کئی ججوں کی کمیٹی بیٹھی۔ ان میں سے پانچ جج یورپین تھے۔ ایک یہودی یورپین تھا۔ دو ہندو تھے اور ایک پارسی چھ یورپین ججوں کی رائے میں یہ مجرم تھے۔ اور تینوں ہندوستانی ججوں کا خیال تھا۔ کہ یہ بے خطا ہیں۔ چنانچہ انہیں اٹھارہ ماہ کی قید سخت کی سزا کا حکم ہوا + ایک اپیل پریوی کونسل میں روانہ کی گئی۔ اور مسٹر

اسکوتھ نے مسٹر تلک کی حمایت میں بہت کچھ دلیلیں پیش کیں۔ لیکن سب بے فائدہ ثابت ہوئیں +

کچھ عرصے بعد پروفیسر میکس مولر اور ولیم ہنٹر نے ایک درخواست ملکہ وکٹوریا کی خدمت میں پیش کی اور مسٹر تلک کی بلند علمیت اور اعلے قابلیت کی بنا پر ملکہ مرحومہ سے رحم کی درخواست کی + کچھ عرصے تک گفتگو ہوتی رہی۔ اور آخر انہیں اس شرط پر چھوڑنا منظور کیا گیا۔ کہ وہ کسی تحریر۔ تقریر یا حرکت سے کوئی ایسا کام نہ کریں گے جس کے باعث گورنمنٹ سے نفرت یا ناراضی کے خیالات نہ پھیلیں +

ویدوں میں قطب شمالی وطن

قید سخت کی مصائب سے ان کا رہائی پانا حقیقت میں ان کی علمیت کا ممنون تھا۔ اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ ان کا طبعی و فطرتی رجحان ہمیشہ سے مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کی جانب تھا۔ فطرت انسانی کی کمزوریوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ امر قابل توجہ ہے۔ کہ ان کی نہایت گہری اور قابل قدر تحقیقات نے جیل خانے ہی کی کوٹھری میں جنم لیا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں جو ان کی قید کا زمانہ تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ رنج و غم کے صدمے سے نڈھال ہو جاتے وہ اور زیادہ کوشش و محنت سے اپنی تحقیق کے کام میں مصروف ہو گئے اور اپنے ان خیالات پر اور زیادہ غور و خوض کیا۔ جن کی بنا پر

انھوں نے ویدوں کی قدامت کے متعلق یہ نتیجہ نکالا تھا۔ کہ یہ چار ہزار سال قبل مسیح لکھے گئے تھے۔ اس طرز مطالعہ میں ضرورت تھی۔ کہ اپنے خیال کے ثبوت کے لئے علم طبقات الارض و قدیم اشیا کے علم کی تازہ ترین تحقیقات سے بھی شہادتیں مہیا کی جائیں۔ آخر ان کی تحقیقات کا ایک حیرت انگیز و تعجب خیز نتیجہ نکلا۔ یعنی انھوں نے یہ قیاس قایم کیا۔ کہ اصل آریا جس کی اولاد میں سے ہندوستانی۔ ایرانی اور یورپ کی آریا اقوام ہیں ان کے اباواجداد کا وطن کسی زمانے میں قطب شمالی کے اردگرد تھا۔ اس کتاب کا پہلا مسودہ ۱۸۹۸ء میں بمقام سن گڑھ لکھا گیا تھا۔ جہاں وہ رہا ہونے کے بعد اس خیال سے چلے گئے تھے۔ کہ اپنی صحت درست کریں۔ لیکن یہ کتاب مارچ ۱۹۰۳ء تک شائع نہ ہو سکی۔ کیونکہ مسٹر تلک یہ چاہتے تھے۔ کہ ہندوستان کے سنسکرت علما سے مل کر اپنی دلائل کے متعلق زیادہ اطمینان کرلیں۔ اور چندان علوم میں بھی اچھی طرح دستگاہ حاصل کرلیں۔ جن کا اس تحقیق سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے۔ ان کے اس نئے قیاس کی دلائل کا مختصر خلاصہ یہ ہے:-

علم طبقات الارض کے جدید انکشافات سے ثابت ہوتا ہے کہ قطب شمالی کے وہ ملک جواب ویران ہیں۔ اور اس قابل نہیں کہ انسان اس میں زندگی بسر کریں۔ برف کے زمانے سے پیشتر ایسے نہ تھے۔ بلکہ وہاں وسط ایشیا کی مانند آب و ہوا نہایت ہی

خوشگوار اور معتدل تھی۔ اور وہ جگہ ہر طرح انسانوں کے بسنے کے قابل تھی تو کیا ویدوں میں بھی کوئی ایسی شہادت ملتی ہے۔ جس سے ثابت ہو جائے کہ آریا کبھی وہاں بستے تھے؟ گو اس کے متعلق صاف صاف کہیں نہیں لکھا۔ لیکن ویدوں میں بھی بعض ایسے بلے واسطہ اشارات موجود ہیں۔ جو صرف قطب شمالی ہی کے چند ظہورات متعلقہ علم ہیئت پر صادق ہو سکتے ہیں۔ مثلاً رگ وید میں چھ مہینے کے دن اور چھ مہینے کی رات کا تذکرہ ہے۔ برہمن اور مہابھارت بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ قطب شمالی میں دو دو ماہ کی صبح ہوتی ہے۔ کیا اس کا بھی کوئی ثبوت ویدوں سے دستیاب ہو سکتا ہے؟ شاعروں نے صبح صادق کی رونق اور شان کے گیت اس جوش و مستی میں گائے ہیں۔ کہ ان کے شعر دنیا بھر کی شاعری میں بہترین نمونہ شمار کئے جاتے ہیں۔ مزید برآں تجر وید میں بھی بعض ایسے بھجن موجود ہیں۔ جن سے اس بات کا ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صبح کبھی طلوع ہوگی بھی یا نہیں۔ صبح کے متعلق جس قدر بھی بھجن ہیں۔ ان سب میں یہ خوف و فکر بخوبی واضح اور نمایاں ہیں۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ کہ چھ مہینے کی طولانی رات شاعر کو طلوع سحر کے لئے بے قرار کر رہی تھی۔ ایک مقام پر یہ صاف صاف لکھا ہے۔ کہ افق پر روشنی کی پہلی شعاع اور کرۂ آفتاب کے نمودار ہونے میں گھنٹوں کی بجائے کئی دنوں کا عرصہ صرف ہوا۔ اس بھجن کی زبان صاف اور سلیس ہے۔ اس کے لفظوں میں

عبارت میں یا ساخت عبارت میں کسی قسم کا ابہام موجود نہیں ہے اور جدید تحقیقات سے بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ کئی دنوں کی صبح ہونا صرف ظہور قطب شمالی ہی کی خصوصیت ہے۔ اس قیاس میں خالی شہادت کے ثبوت کی بھی کمی نہیں۔ ایک روایت ہے۔ کہ وشنو اکدا کے پاس جاتا ہے۔ اور وہاں چار مہینے تک سوتا رہتا ہے۔ ویدوں میں وشنو سے مراد آفتاب ہے۔ اور آفتاب کا چار ماہ تک سوتے رہنا سوائے اس کے اور کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ کہ یہ چار ماہ کی رات کی طرف اشارہ ہے۔ اندر اور وشنو کے متعلق بھی اسی قسم کی روایتیں ہیں۔ ایسے اشارات بھی موجود ہیں۔ کہ دو مہینے کی رات کے بعد دو مہینوں کی صبح ہوئی۔ بقیہ آٹھ مہینے دن اور رات ہوتے رہے۔ دس مہینوں تک سورج افق کے اوپر ظاہر ہوا۔ اور دو مہینے تک بالکل دکھائی نہ دیا۔ یہ دس مہینے افق پر سورج کے ظاہر ہونے کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ یہ زمانۂ حمل ہے۔ مگر بظاہر باطل۔ اور حقیقتاً اصلی بات یہ ہے۔ کہ چونکہ وہ رحم میں سے برآمد ہوتا ہے۔ اس لئے دکھائی نہیں دیتا۔ پارسیوں کی مقدس کتاب زند اوستا میں بھی چھ ماہ کے دن اور چھ ماہ کی رات کی طرف اشارہ ہے۔ اور پارسی بھی اصل میں آریا قوم ہی کی ایک شاخ ہیں۔ ان کی اس کتاب میں روایت ہے۔ کہ ان کا قدیم وطن کہیں قطب شمالی کے قریب ہے اور چونکہ وہ برف سے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ اس لئے انہیں جنوب کی

طرف روانہ ہونا پڑا۔ ہر ملک کے ادب میں اور جدید شائع شدہ کتب میں یہ امر موجود ہے۔ کہ کئی ماہ کے لئے سورج افق سے نیچے چلا جاتا ہے۔ اور تین سو ساٹھ دنوں کے سال میں علی التواتر دس ماہ کی رات ہوتی ہے۔

مسٹر تلک نے اپنی اس تصنیف کی جلدیں جرمنی۔ انگلستان اور امریکہ کے علما کے پاس روانہ کیں۔ سب نے اسے حیرت اور استعجاب سے پڑھا۔ بہت جلد ان کے اس کارنامے نے قبولیت کا خلعت پہنا۔ اور مشہور عالم علما نے ان کی تصنیف کی تعریف و توصیف میں مضامین لکھے۔

تائی مہاراج کا مقدمہ

مخلصی پانے کے بعد مسٹر تلک صرف تحقیقات ہی کے کاموں میں مصروف نہ تھے۔ بلکہ ان کو دیگر مشکلات و مصروفیات کا بھی سامنا تھا۔ وہ ایک اور ذاتی مقدمے کے گرداب میں جا پھنسے۔ اور اس مقدمے میں ان پر محنت و مشقت کا اتنا بار پڑا۔ کہ پہلے کسی مقدمے میں نہ پڑا تھا۔ یہ مقدمہ ان کے ایک عزیز مرحوم دوست کی جائداد کے متعلق تھا۔ جس نے اپنی وصیت میں ان کو اپنی جائداد کا مختار قرار دیا تھا۔ مسٹر تلک نے مختاری کا کام نہایت محنت و جانفشانی سے شروع کیا۔ چنانچہ مرحوم دوست کی جائداد جو نہایت ابتر حالت میں تھی رفتہ رفتہ سدھرنے

ان کے بعض بدباطن مخالفوں نے کیا کیا۔ کہ مرحوم کی بیوہ تائی مہاراج کو سکھایا پڑھایا۔ اور اس دل میں یہ خیال پایۂ یقین کو پہنچا دیا۔ کہ مسٹر تلک تمہارے تمام فوائد کو اپنی ذاتی اغراض پر قربان کر رہے ہیں +

۲- جولائی سنہ ۱۹۰۱ء کو یہ مقدمہ پونا کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر آسٹن کے روبرو پیش ہوا۔ اور مارچ سنہ ۱۹۰۴ء تک جاری رہا + ایک طویل تحقیقات کے بعد سنہ ... اسپیشل مجسٹریٹ نے مسٹر تلک کو اٹھارہ ماہ قید سخت کی سزا دی سشن جج نے اس سزا میں تخفیف کردی۔ اور صرف چھ ماہ کی سزا کر دی۔ اور ہائی کورٹ نے اس تمام کارروائی کو غلط قرار دیا +

مسٹر تلک کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ان کا اعزاز و احترام برقرار رہا۔ گو ان کے لیئے یہ غیر معمولی تکالیف کا زمانہ تھا۔ لیکن انہوں نے حیرت انگیز استقلال و اطمینان سے کام لیا۔ اور وہ نہ صرف اپنے پژمردہ دل دوستوں اور مایوس وکیلوں کی ہمت بندھاتے رہے بلکہ وید ول کے دقیق مطالعہ میں مصروف رہے۔ اور مسٹر آسٹن کے سزا کے حکم صادر کرنے کے بعد بہت جلد انہوں نے اپنی تصنیف شائع کردی +

اس موقع پر پائنیر اخبار نے ایک قسم کی وحشیانہ خوشی کے جوش میں لکھا۔ "تعلیم و تحصیل علم کی آخری منزل قبر ہے" + لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو تائی مہاراج کے مقدمے میں مسٹر تلک کی مردانگی عالی ہمتی۔ اور اولوالعزمی اور تمام اعلیٰ اوصاف کا پورا پورا اظہار ہوا +

حقیقت میں یہ تعجب انگیز بات ہے۔ کہ ایک ایسے وقت میں جب جان و مال عزت و شہرت غرض سب کچھ معرض خطر میں ہو۔ ایک شخص تمام خطرات و پریشانیوں کو بالائے طاق رکھ کر سکون و اطمینان سے کتب مقدس اور قطب شمالی کے متعلق معلومات کے مطالعہ میں مصروف رہے ۔

ہندوستان کے لئے مشترک زبان

ہندوستان کی مشترک زبان کے متعلق مسٹر تلک کو ایک خاص دلچسپی ہے۔ وہ ان چند قابل لوگوں میں سے ہیں۔ جن کی رائے اپنی ذاتی وسعت مطالعہ اور تحقیقات پر مبنی ہے۔ وہ ناگری زبان کے حامی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار ناگری پرچارنی سبھا کانفرنس کے ۱۹۰۵ء کے اجلاس میں کیا تھا۔ جب مسٹر آر۔ سی۔ داس نے کرسی صدارت کو رونق بخشی تھی ۔ انہوں نے اس مطلب کی تقریر کی تھی کہ زبان کے سوال کو محض پرانی تاریخ کی بنا پر حل کرنا سخت غلطی ہے۔ اشوک کے وقت اور اس سے پہلے دس مختلف زبانیں استعمال ہوتی تھیں۔ اس طویل عرصے میں الفاظ کی بناوٹ اور زبان کی بندش میں مختلف تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ اور زبان حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے ۔ اور یہ ضروری نہیں۔ کہ جو زبان ایک خاص وقت کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہو۔ وہ ہر زمانے میں اپنا فرض ادا کر سکے ۔

ناگری زبان کے محاسن کے بیان میں انہوں نے یہ ثابت کیا۔ کہ وہ تمام اوصاف جو کسی زبان کو مکمل بنا سکتے ہیں۔ ناگری زبان اور حروف ناگری

ہیں بخوبی موجود ہیں +

اصلاحات مذہب و معاشرت

اصلاحات مذہب و معاشرت کے معاملے میں بعض لوگ مسٹر تلک کو پرانے خیالات کا حامی مشہور کرتے ہیں اور یہ واقعی تعجب کا مقام ہے۔ کہ جو شخص سیاسیات سے اس قدر کما حقہٗ واقف ہو۔ وہ ملک کے ان اہم ترین معاملات میں کسی نمایاں دلچسپی کا اظہار نہ کرے + مذہبی امور میں مسٹر تلک کسی قدر پرانے ہی خیالات کے واقع ہوئے ہیں۔ لیکن یہ کہنا۔ کہ وہ مذہبی ضروریات سے غافل ہیں۔ اُن پر سراسر بہتان لگانا ہے +

۱۹۰۱ء میں بنارس کے مقام پر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے جو کچھ کہا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہندو مذہب کے زوال کو دیکھ کر ان کے جذبات کسقدر متاثر و مجروح ہیں۔ اس تقریر کے چند فقرے حسب ذیل ہیں:۔

"ویدوں کے زمانے میں ہندوستان ایک خود مختار ملک تھا۔ ایک زبردست جماعت کی طرح سب متفق تھے۔ لیکن اب اتفاق کا لفظ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا ہے۔ ہم دن بدن ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ ہمارے رہنماؤں کا اولین فرض ہے۔ کہ اس گزشتہ احساس کو ایک دفعہ پھر زندہ کر دیں بنارس کا ہندو ویسا ہی ہے۔ جیسے مدراس یا بمبئی کا + لباس اور زبان کا اختلاف دلی جذبات اور حسیات میں اختلاف نہیں پیدا کر سکتا۔ گیتا۔ رامائن اور مہابھارت کا مطالعہ ہر قوم اور ہر فرقے کے افراد میں ایک ہی قسم کے جذبات

کو ابھارتا ہے۔ فروعات کو چھوڑ کر اگر محض اصولوں کی پابندی کی جائے۔ تو باہمی تنازعات ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں + ہماری موجودہ مذہبی حالت کس قدر دلشکن ہے۔ ہم بے اتفاقیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور اتفاق کی وہ راہیں جو ہم کو ترقی کی منزل مقصود پر پہنچاتی تھیں۔ آج بالکل مسدود ہو گئی ہیں۔ اور جب تک یہ باہمی فساد و تنازعات باقی رہیں گے۔ ناممکن ہے۔ کہ ہندوستان دنیا کی زبردست اقوام میں شمار ہو سکے +

بھگوت گیتا

اوائل عمر ہی سے مسٹر تلک کو بھگوت گیتا کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ہندوؤں کی اس مذہبی کتاب کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوا۔ کہ بھگوت گیتا کرم یا عمل کا سبق سکھاتی ہے + بھگوت گیتا کے مطالعہ سے ان کے دل پر جو کچھ اثر ہوا۔ وہ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک تقریر کے دوران میں اس طرح بیان کیا:۔

جب میں بچہ ہی تھا۔ تو میرے بزرگ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ پورے طور پر مذہبی زندگی بسر کرنے کے لئے دنیا کی تمام مصروفیات سے کنارہ کشی نہایت ضروری ہے۔ انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد مکھشا یا نجات حاصل کرنا ہے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ آدمی دنیا پر لات مارے اور اس عالم سفلی کی تمام خواہشات کو ترک کر دے۔ ایک نوکر دو مالکوں یعنی خدا اور دنیا دونوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اگر واقعی

آدمی ایسی زندگی بسر کرے جیسی مذہب سکھاتا ہے۔ تو جس قدر جلد دنیا کو ترک دیا جائے اچھا ہے۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ کیا فی الحقیقت میرے خدا کی یہی مرضی ہے۔ کہ میں عالم شباب تک پہنچنے سے پہلے ہی دنیا سے کنارہ کشی کروں بچپن میں مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ بھگوت گیتا ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہندو مذہب کا سب فلسفہ اور تمام اصول نہایت فصیح پیرائے میں مکمل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ میں نے سوچا۔ کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو میرے سوال کا جواب بھی ضرور اس کتاب میں ملے گا۔ چنانچہ میں نے بھگوت گیتا کا مطالعہ شروع کیا۔ اس کے مطالعہ سے پہلے میں مذہب کے کسی اصول سے واقف نہ تھا۔ اور نہ کوئی مسئلہ ہی میرے دل میں جگہ پا سکا ہوا تھا۔ جس کی تائید کے شوق میں میں بھگوت گیتا کو دیکھتا۔ میں بھگوت گیتا کے مطالعہ سے صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچا۔ کہ دنیا میں ہمارا فرض "عمل" کرنا ہے۔ خدا کی خواہش تھی۔ کہ دنیا بنے اور اس کی مرضی سے یہ سلسلہ قائم ہوا۔ دنیا کے لوگوں کا راہ حق پر چلنا۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اور ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصد مکشا یعنی نجات حاصل کرنا ہے۔ اور اسے حاصل کرنے کا احسن طریق یہ ہے۔ کہ ہم دنیا میں رہ کر اپنے فرائض کو دیانتداری سے ادا کریں + نجات حاصل کرنے کے بعد یہ سمجھنا۔ کہ اب دنیا کے مشاغل اور مصروفیتوں میں حصہ لینا گناہ ہے۔ خدا کی مرضی کے سراسر خلاف ہے + دنیا اس کے حکم سے پیدا ہوئی۔ اور اب

کا حکم ہے۔ کہ اسے سچے راستے پر چلایا جاوے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہی نجات کا ذریعہ ہے +

کانگرس

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ مسٹر تلک نے کس قدر جلد ملک کی سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا حب الوطنی اور قومی ہمدردی کے جذبات کو قدیم کتب مذہبی کے مطالعے نے اور بھی ابھارا۔ شجاعت ان کی رگ رگ میں بھری تھی۔ اور یہ اسباب انہیں سیاسی میدان میں لانے کے لیے بہت کافی تھے +

کانگرس کے ابتدائی اجلاسوں ہی کا زمانہ تھا۔ کہ مسٹر تلک کانگرس کے ممبر بن گئے۔ وہ پانچ سال تک پراونشل کانفرنس کمیٹی کے سکرٹری بھی رہے۔ اور نہایت سرگرمی اور جانفشانی سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ نیشنل کانگرس کے دسویں اجلاس میں وہ استقبالیہ کمیٹی کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ مگر کسی بات پر اختلاف رائے ہو جانے کی وجہ سے ان کو استعفا دینا پڑا + لیکن وہ کانگرس قایم ہونے کے وقت ہی سے تقریباً ہمیشہ ایک نمایندے کی حیثیت سے اس میں شامل ہوتے رہے ہیں +

۱۸۹۵ء میں جو برٹیڈلا کانگرس منعقد ہوئی۔ اس میں ان کا نام بھی خواصوں کی فہرست میں شامل تھا۔ اس موقع پر انہوں نے کونسل کے

رزولیوشن میں ترمیم کرنے کی تحریک کی۔ اور مسٹر گوکھلے نے ان کی تائید کی ۱۸۹۱ء کانگرس کا ساتواں اجلاس ناگپور میں ہوا۔ تو انہوں نے ایکٹ اسلحہ کے متعلق ایک ریزولیوشن کی تحریک کی اور بمقام لاہور کانگرس کے نویں اجلاس میں بندوبست دوامی کے متعلق ایک ریزولیوشن کی تائید کی۔ پونا کے گیارہویں اجلاس میں ایکٹ اراضی پر تقریر کی۔ اور کلکتہ میں بارھویں اجلاس کے موقع پر انہوں نے ایک مختصر اور موثر اسپیچ میں ایک نہایت کارآمد رزولیوشن پیش کیا۔ کہ صوبہ جات کو اپنا روپیہ صرف کرنے میں زیادہ آزادی ملنی چاہیئے۔

کانگرس کے سولھویں اجلاس میں بھی انہوں نے ایک ایسے رزولیوشن کی تائید کی جس کا طبقہ عوام سے بہت کچھ تعلق تھا۔ کلکتہ میں سترھویں اجلاس کے موقع پر انہوں نے ایک رزولیوشن پر جو تعلیم کے متعلق تھا تقریر کی۔ اور سر ولیم ویڈربرن مرحوم نے اس تحریک کی تائید کی۔ کہ ایک وفد انگلستان روانہ کیا جانا چاہیئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس قسم کی تمام سیاسی تحریکات کے مفید ہونے کے قایل ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اصل میں ہمارے منصف تو انگلستان میں ہیں۔ اس سے آپ کی مراد انگلستان کی جمہوریت تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب کانگرس بنارس میں ہوئی۔ تو مسٹر تلک کا نہایت پرجوش استقبال کیا گیا۔ اور اس موقع پر انہوں نے قحط۔ افلاس۔ اقتصادی تحقیقات اور بندوبست آراضی کے متعلق ایک رزولیوشن کی زبردست

تحریک کی + سنہ ۱۹۰۶ء [illegible] کے مقام پر سودیشی کے متعلق ایک رزولیوشن کی تائید کی جس کی تحریک مسٹر پی انند چرلو مرحوم نے کی تھی +

انتہاپسندی

مگر یہاں پہنچ کر ہندوستانی سیاسیات میں امن کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ حدود آئین کے اندر رہ کر شورش برپا کرنے کے پرانے طریقے کو اپنا طرز عمل سمجھتے تھے۔ لارڈ کرزن کی حکومت نے ان کے ایمان واعتماد کی بنیادیں متزلزل کر دیں + لارڈ کرزن کی تقسیم بنگال اور اس کے مابعد کی شورش (جس سے بڑھ کر شاید ہندوستان میں اور کوئی شورش نہیں ہوئی) پبلک جلسوں کا امتناع۔ بغیر پیروی کے جلاوطنی ان تمام باتوں کا علم ان لوگوں کو بھی ہوگا۔ جو عام طور پر سیاسی تحریکات کو بے پروائی سے دیکھتے ہیں۔ اس بے چینی کے عہد کا ایک نتیجہ ایک سیاسی فرقے کی تجدید تھا۔ جو عرضی پرچوں کے فرسودہ گدایانہ طریقوں کو مذموم سمجھنے لگا۔ اور ان کی جگہ رزم سیاسیات میں زیادہ کارگر ہتھیاروں کے استعمال کا طالب ہوا + پرانی روش پر یقین بتدریج کمزور ہوتا گیا۔ یہاں پر ان تمام واقعات کا تفصیل سے ذکر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو بالآخر سورت کے مقام پر افسوسناک سیاسی فرقہ بندیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے +

اگرچہ کانگرس کا دو حصوں میں تقسیم ہو جانا عقیدوں کے تباین

پر مبنی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ کہ کانگرس کا یہ تجربہ محض عارضی تھا٭

سیاسی ایمان و اعمال

مسٹر تلک کے سیاسی ایمان کے ارکان اور اس طرز عمل کا مطالعہ جس کو وہ سیاسی نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ استفادے کا موجب ہو سکتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ مطالعہ بحیثیت ایک سوانح نگار کے اور علاوہ بر آں سیاسی نکتہ خیال سے از حد ضروری ہے۔ کیونکہ مسٹر تلک نے بہت جلد جدید سیاسی فرقے کے اکابر و قائدین کی صف اول میں جگہ پائی٭

ایک دفعہ انہوں نے نونین صاحب کے ساتھ دوران ملاقات میں اپنے سیاسی عقائد کو نہایت واضح طور پر بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ محض ہمارے طرز عمل کو دیکھ کر ہم کو انتہا پسند کہا جاتا ہے۔ ورنہ ہمارے مقاصد ایسے نہیں۔ کہ ہم اس نام سے پکارے جانے کے مستحق ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوستان میں ایک چھوٹا سا فرقہ اس طرح کا بھی ہے۔ جو یک قلم اور مکمل طور پر حکومت برطانوی کو منسوخ کر دینا چاہتا ہے۔ مگر اس نصب العین سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہمارا مدعا صرف اتنا ہے۔ کہ ہم کو اپنے ملک کی حکومت میں زیادہ حصہ دیا جائے۔۔۔۔۔ اور اس سے ہم یہاں کے حکام پر کسی نہ کسی طریقے سے دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ اب سوال

یہ ہے۔ کہ ہم یہ دباؤ کس طرح ڈال سکتے ہیں جب کہ ملک کی حکومت میں نہ ہماری کافی طور پر نمایندگی ہے۔ اور نہ ہمیں اعلیٰ عہدوں پر مامور کیا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے میں ہمیں اعتدال پسندوں سے اختلاف ہے۔ ہمارا اصول اپنے اوپر بھروسہ رکھنا ہے۔ نہ کہ گداگری کرنا۔ عام سودیشی تحریک کے علاوہ ہم بائیکاٹ اور خاموش مقابلے سے بھی کام لیتے ہیں۔"

۱۹۰۸ء کا مقدمہ

سورت کی ناچاقی کے بعد واقعات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ مسلسل جبر و تشدد نے بنگال میں انارکسٹی کا بیج بو دیا۔ پہلا بم مظفر پور میں پھینکا گیا جس سے دو انگریز عورتیں ہلاک ہوئیں۔ مگر بم پھینکنے والوں کا ارادہ کسی اور شخص کو مارنے کا تھا۔ اس وقوعے سے تمام ملک میں سنسنی پھیل گئی۔ اور ہندوستانی اور انگریزی اخباروں نے اس بے دردی پر مضمون آرائیاں شروع کیں۔ ہندوستانی اخباروں نے یک زبان ہو کر انارکسٹی کو مذموم قرار دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کا علاج مزید جبر سے نہیں۔ بلکہ ایسے مطالبات سے ہو سکتا ہے۔ جو جمہور ملک کے ترقی پذیر خیالات کے مطابق ہوں۔ لیکن اینگلو انڈین پریس نے غیض و غضب میں آ کر غیر عاقلانہ تشدد کی پالیسی کی حمایت میں لکھنا شروع کیا۔

بم کا یہ واقعہ ملک کے ہر حصہ میں زیر بحث تھا۔ اور کیسری نے انارکسٹی کے علاج پر مضامین کا ایک سلسلہ جاری کر دیا۔ ان مضامین میں صورت حالات

پر یہ پہلو قابل تبصرہ پایا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ اگرچہ اس واقعہ کے قابل نفریں ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ محض حکومت کے دست جبر کا ایک نتیجہ ہے۔ اور مزید تشدد کا نتیجہ مزید شورش ہے + اس الجھن کے سلجھانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حکومت ہمدردانہ رعایات کی پالیسی اختیار کرلے لیکن گورنمنٹ نے ان مضامین کو بے استعمال کرنے کے لئے لوگوں کو برانگیختہ کرنے کی ایک عیارانہ چال تصور کیا۔ اور یکایک مسٹر تلک کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا +

یہ واقعہ بمبئی میں پیش آیا تھا جہاں مسٹر تلک مسٹر پرنج پائی کی امداد کو گئے ہوئے تھے۔ جن پر گورنمنٹ نے ایک مقدمہ قایم کر رکھا تھا۔ لیکن مسٹر تلک نے نہایت بہادری سے ان مضامین کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ جو اغلباً ان کے اپنے نہیں تھے + ان کو جیل خانے میں رکھا گیا۔ اور ضمانت پر رہائی کی درخواست کو بار بار نامنظور کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جیل خانے کی جسمانی تکالیف کے علاوہ ان کو مقدمے کی تیاری کے لئے بھی سہولتیں نصیب نہ ہوئیں +

۱۳۔ جولائی کو ہائیکورٹ میں مقدمہ شروع ہوا۔ ایک خاص جیوری مقرر کی گئی۔ جس میں سات یورپین اور دو پارسی جج تھے۔ جن مضامین کو باغیانہ قرار دیا گیا تھا۔ وہ مرہٹی زبان میں لکھے ہوئے تھے۔ جس سے جج اور جیوری کے نو ممبر ناواقف تھے۔ مسٹر تلک نے اس مقدمہ کی پیروی خود کی۔ اور ان کی تقریر مقدمے کے تیسرے دن شام کے چار بجے سے لے کر مقدمے

کے آٹھویں دن دوپہر تک جاری رہی +

اگرچہ ان کو پوری تیاری کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔ تاہم ان کی تقریر نہایت عالمانہ اور مدلل تھی۔ اسی روز ایڈوکیٹ جنرل مسٹر برنیسن نے اخلاق کے معمولی اصولوں کو بھی بالائے طاق رکھ کے نہایت طنزیہ اور مذاقیہ طریق پر مسٹر تلک کی تقریر کا جواب دیا۔ مسٹر برنیسن شام کے پانچ بجے تک تقریر کرتے رہے۔ اور ججوں نے اعلان کر دیا۔ کہ ہم رات تک بیٹھیں گے۔ اور آج ہی مقدمے کو تمام کرنے کی کوشش کریں گے +

مسٹر ڈیور مرحوم جج نے بھی مسٹر تلک پر ایک مخالفانہ جرم لگایا۔ اور شام کے آٹھ بجے جیوری اٹھی۔ کہ علیحدگی میں باہم گفتگو کرے۔ رات کو سوا نو بجے کے قریب جیوری برآمد ہوئی۔ اور یہ فیصلہ سنایا۔ کہ دو کے مقابلے میں جیوری کے سات ممبروں نے مسٹر تلک کو مجرم قرار دیا ہے۔ جج نے اس فیصلے کو قبول کیا۔ اور مسٹر تلک کو چھ سال کی جلاوطنی اور ایک ہزار روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی +

مسٹر تلک کے سزا پانے سے بمبئی میں شورش پیدا ہو گئی۔ منڈیاں بند کر دی گئیں۔ اہل حرفہ نے ہڑتال کر دی۔ اور بمبئی کے بعض بازاروں میں ڈاکے بھی پڑے + چنانچہ مسٹر تلک کو فوراً مانڈلے روانہ کر دیا گیا +

تمام اخباری دنیا نے اس مقدمے اور سزا کے فیصلے پر ناراضی کا اظہار کیا۔ اور سب مشہور و معروف اخباروں نے مسٹر تلک کی طرف داری کی اور ان کی بے گناہی کے ثبوت میں مضامین لکھے۔ لیکن خود مسٹر تلک پر اس

سزا کے صدمے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ انہیں سخت سے سخت ممکن سزا مل چکی تھی۔ سب کا خیال تھا کہ ان کی بقیہ زندگی جلاوطنی ہی میں تمام ہو گی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے اپنے عزیزوں اور دوستوں سے جدا ہو رہے ہیں۔ اور ان کو کبھی آرام و اطمینان زندگی کا لطف اور وطن کی خدمت کی خوشی نصیب نہ ہو گی۔ لیکن جب جیوری نے اپنا فیصلہ سنایا تو مسٹر تلک نے کہا:۔

"میں جو کہنا چاہتا ہوں۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ میں باوجود جیوری کے فیصلے کے اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ و ارفع قوتیں ہر شخص کے مقدر پر حکمرانی کرتی ہیں۔ اور شاید قضا و قدر کا یہی منشا ہے۔ کہ جس مقصد کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں۔ وہ میرے مصائب برداشت کرنے سے زیادہ کامیاب ہو گا"۔

اس قسم کے جوش میں وہ جلاوطن کئے گئے۔ ایک اجنبی سرزمین میں قید خانے کی سنگین دیواریں چھ طولانی اور صبر آزما سالوں کے لئے ان پر شید ہو گئیں۔

گیتا رہاسیہ

گو وہ زبردستی دنیا سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے اس فراغت کو اپنی پسندیدہ کتاب مقدس یعنی بھاگوت گیتا کے مطالعہ میں صرف کرنا شروع کر دیا۔ وہ ذرا بھی شکستہ یا پریشان نہ ہوئے۔ بلکہ اس

شان سے سینہ تان کر ان مصائب کے مقابلے میں کھڑے رہے۔
کہ ان کے استقلال پر بے اختیار زبان سے داد نکل جاتی ہے۔
لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایک لمحہ بھر کے لئے ان کے دل میں بھی درد کی ٹیس اٹھ نہ گئی ہوگی۔ کہ ان کی وہ شریک حیات جو تمام طوفان مصیبت اور سپہ آرام زندگی میں ان کے پہلو کی زینت رہی تھی۔ اس عالم میں جا چکی ہے۔ جو دنیا سے حیات کے تفکرات اور غصوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔
لیکن انھوں نے فلسفہ اور مذہب میں اپنے مطالعہ کو برابر جاری رکھا۔
مانڈلے سے انھوں نے جو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں اس نئی تصنیف کی نوعیت کا ذکر تھا۔ اور یہی خط ان کی اس ناقابل تسخیر فطرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے جو ایک قابل افسوس سیاسی تباہی کی حالت میں بھی ایک سچے کی سکون طبیعت سے فلسفہ کا مطالعہ کر سکتی تھی۔ انھوں نے خط میں لکھا:۔

”گیتا کے متعلق میں نے وہ سب کام ختم کر لیا ہے۔ جسے میں گیتا رہسیا کہتا ہوں۔ یہ ایک بالکل نئی اور آزاد کتاب ہے۔ اس میں گیتا کے مقصد کی تحقیق ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اخلاقی مہمات میں ہمارا مذہبی فلسفہ کس طرح باعث امداد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ میرا خیال ہے۔ کہ گیتا فلسفہ حیات کے متعلق ایک تصنیف ہے۔ میں نے شروع سے آخر تک مذہبی اور اخلاقی نکتۂ خیال سے گیتا کے فلسفے کا مغربی فلسفے سے مقابلہ کیا۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ کم از کم ہمارا نظام مغربی نظام

سے کسی صورت کمتر نہیں۔ رہاسیا کے پندرہ باب ہیں۔ اور اختتام پر ایک ضمیمہ ہے۔ جس میں گیتا کے مہابھارت کا ایک حصہ ہونے کے متعلق تنقید کی گئی ہے۔ اور اس کے تاریخ تصنیف پر بحث ہے۔ ..... اس کے ساتھ ہی ابھی میرے اپنے خیال کے مطابق گیتا کا ایک ترجمہ لگانا بھی ضروری ہے۔ اور میں اب اس ترجمے کے کام میں مصروف ہوں جو معمولی کام ہے۔ اصل کام تو رہاسیا کا تھا۔ اور وہ میں ختم کر چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ "اوراین" کی طرح یہ تصنیف بھی ایک بالکل نئی چیز ہو گی۔ کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس سے پہلے ابھی تک کسی نے گیتا کے ترجمے کے لئے یا اس پر نوٹ لکھنے میں یہ روش نہیں اختیار نہیں کی۔ گو میرے دل میں یہ خیال گزشتہ ۲۰ سال سے سمارہا تھا۔ یہاں میرے ساتھ جتنی کتابیں تھیں۔ میں نے ان سب کو استعمال کیا ہے۔ لیکن ان میں جو بعض تصانیف کے حوالے ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں۔ اور چونکہ یہ سب محض حافظہ کی امداد ہی سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے کتاب شائع کرنے سے پیشتر ان کے متعلق اطمینان کرنا ہوگا۔ جو غالباً رہائی پانے کے بعد ہی ہو سکے۔ رہاسیا اور اس کے ساتھ گیتا کا ترجمہ اور تشریحی نوٹ مل ملا کر پانسو صفحے کی ضخامت کی کتاب ہو جائے گی۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ کوئی ایک دو مہینے کے بعد میں اس ترجمے کو تمام کر سکوں گا۔

رہائی کے بعد اعلانِ اعتقاد

سنہ ۱۹۱۴ء میں جب مسٹر تلک اپنے وطن کو واپس آ گئے۔ تو قوم کی خوشی کا کچھ ٹھکانا نہیں تھا۔ مہاراشٹر کے لوگ ان سے اس طرح ملے جس طرح بچے اپنے گم گشتہ باپ سے چمٹ جائیں؀

اس وقت جب کہ جنگ فرنگ شروع ہو چکی تھی۔ اور مطمح نظر مارلے منٹو کی اصلاحات سے اور بین الاقوامی حالت کے باعث تبدیل شدہ نکتہ نظر سے لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ حکومت نے ہندوستانی سیاسیات کے رنگ و روغن کو بہت کچھ تبدیل کر دیا تھا؀

مسٹر تلک جو اپنی جلاوطنی سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئے تھے۔ اور یقیناً اپنے کام جاری رکھنا چاہتے تھے۔ انہیں مناسب معلوم ہوا۔ کہ وہ سب سے پہلے ایک مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس غرض سے ایک خط لکھا۔ کہ تمام ملک میں مشتہر کر دیا جائے تاکہ ان کے خیالات اچھی طرح سب لوگوں کو معلوم ہو جائیں؀

۳۰۔ اگست ۱۹۱۴ء کے مرہٹہ میں یہ خط شائع ہوا تھا۔ ہم اس کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"لارڈ مارلے اور لارڈ منٹو کے بدولت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ ترقی کی تبدیلیوں کی جانب بیدار ہے اور چاہتی ہے۔ کہ لوگوں کو گورنمنٹ کے کاموں میں زیادہ حصہ دیا جائے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ان

آئینی اصلاحات سے جو اچھے نتیجے نکلیں گے۔ وہ ہمیشہ قایم رہیں گے اور قابل اعتراض باتیں رفع ہو جائیں گی۔ میرا یہ خیال شاید بعض لوگوں کو حد مناسب سے زیادہ توقعات رکھنا معلوم ہو۔ لیکن یہ میرا اعتقاد ہے۔ اور میرے خیال میں صرف ایسے اعتقاد ہی ہم میں اس بات کا جوش پیدا کر سکتے ہیں۔ کہ ہم گورنمنٹ کے ساتھ مل کر اپنے ملک کی بہتری میں کوشاں ہوں +

ایک دوسرا امر بھی توجہ دلانے کے قابل ہے + مجھے معلوم ہوا۔ کہ میری غیر حاضری کے ان چھ سالوں میں ہندوستان اور انگلستان کے بعض انگریزی اخبارات نے اپنے بعض مضامین میں اور مسٹر چیرول نے اپنی کتاب میں اس بات کی کوشش کی۔ کہ میرے تمام کاموں اور تحریروں کے متعلق یہ ثابت کریں۔ کہ کسی نہ کسی طرح ان کا مقصد گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف شورش اور بغاوت پھیلانا تھا۔ افسوس کہ اس قسم کی کوششیں اس وقت کی گئیں۔ جب میں ان الزاموں کے دور کرنے کے لئے آزاد نہ تھا۔ دیگر سیاسی کام کرنے والوں کی طرح بعض انتظاموں اور کسی قدر اندرونی بندوبست کے متعلق میرے خیالات بھی گورنمنٹ سے مختلف ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ کہنا کہ میں کسی طرح حضور ملک معظم کی گورنمنٹ سے مخاصمانہ برتاؤ کر رہا ہوں۔ بالکل لغو ہے میرا یہ کبھی مقصد نہ تھا۔ ہم تو ہندوستان میں آئرلینڈ کے ہوم رول کی طرح نظام بندوبست میں کسی قدر اصلاح چاہتے ہیں۔ تاکہ حکومت کا

الثنا اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ ہندوستان کے بعض حصوں میں جو بعض جوش و خروش اور تشدد کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ نہ صرف میری مرضی کے خلاف ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں ان کے باعث ہماری سیاسی ترقی میں بہت بُرا معکوس اثر پڑا ہے +

یہ بات بجا کہی گئی ہے۔ کہ حکومت برطانیہ نہ صرف اپنے بندوبست کے مہذب طریقوں سے ہندوستان پر بے انتہا عنایات مبذول کر رہی ہے۔ بلکہ ہندوستان کی مختلف قوموں اور ذاتوں کو بھی متفق کر رہی ہے۔ تاکہ کچھ عرصے بعد ان کے ملنے سے ایک متحد قوم بن جائے۔ ہر وہ شخص جس کو ہندوستان سے ذرا بھی دلچسپی ہے برطانوی حکومت کی برکتوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ اور میری رائے میں یہ موجودہ موقع کم از کم اس حد تک تو ایک عام برکت ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہمارے دل میں تاج برطانیہ سے ہمدردی کرنے کا احساس پیدا ہو گیا ہے +

مجھے یقین ہے۔ کہ اس نازک موقع پر بڑے چھوٹے۔ امیر غریب تمام ہندوستانیوں کا فرض ہے۔ کہ گورنمنٹ کی امداد کریں +

جس گورنمنٹ نے اکثر ان کو سزائیں دی تھیں۔ اور جیل میں ڈالا تھا۔ اس کی جانب ان کا فیاضانہ برتاؤ سیاسی عظمت کی نہایت شاندار نظیر ہے +

کانگریس کا سمجھوتا

اس اعلان کو تمام ملک نے امید اور تسلی سے قبول کیا۔ سنہ ۱۹۰۸ء سے پہلے سے ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی۔ کہ قومی گروہ کی دونوں جماعتوں میں پھر اتفاق پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء میں سر ولیم ویڈربرن کی حمایت میں دوبارہ اتفاق پیدا کرنے کی ایک معقول کوشش بھی کی گئی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۱۴ء تک ملک کو امید کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔ اس وقت اس بات کا احساس ہوا۔ کہ شاید ہی انتظامات جدید کی تجویزوں میں ہندوستان کے حقوق کو مناسب طور پر رکھنے کے لئے ایک متحدہ جماعت کی پوری طاقت و قوت کی ضرورت ہے۔

انتہا پسند جماعت کے لیڈر مسٹر تلک کے اعلان کے باعث صلح صفائی ہونا بہت ممکن نظر آنے لگا۔ گفتگو وغیرہ ہوتی رہی لیکن اصل صلح سنہ ۱۹۱۵ء میں بمبئی کی کانگریس کے ختم ہونے تک نہ ہو سکی۔

مسٹر تلک اور گوکھلے

مسٹر گوکھلے اور تلک کا مقابلہ کرنا ان پر تنقیدی نظر ڈالنا گویا اختلافوں کا ایک دلچسپ اور مکمل مطالعہ ہوگا۔ طبیعتوں میں اختلاف اور اسی لئے اپنے طریقوں میں مختلف ہونے کے باعث دونوں ہندوستان کی سیاسی زندگی ہر دو نمایاں مختلف نمونے ہیں۔ اکثر

ان دونوں کی راؤں کا تصادم بھی ہو جایا کرتا تھا۔ سیاسی زندگی میں اس قسم کی چشمکیں ناگزیر ہیں۔ لیکن انسانی روح کے زیادہ بلند ہو جانے کے بھی چند لمحے ہوتے ہیں۔ جب فروری ۱۹۱۵ء میں مسٹر گوکھلے کا انتقال ہوا۔ تو مسٹر تلک نے زمانۂ گزشتہ کی تمام مخالفتوں کو دل سے بھلا دیا۔ اور اپنے اس ساتھی کے معزز جنازے پر اپنی ملول اُلفت کے پھول چڑھائے۔ اور جلوس کو خطاب کر کے کہا:۔

یہ تالیاں بجانے کا موقع نہیں۔ یہ آنسو بہانے کا موقع ہے۔ مسٹر گوکھلے کی موت سے جو ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے یہ اس پر رنج ظاہر کرنے کا موقع ہے۔ یہ ہندوستان کا ہیرا۔ مہاراشٹر کا جواہر کمربستہ لیڈروں کا شہزادہ مردوں کی زمین میں ابدی آرام حاصل کر رہا ہے اس کو دیکھو۔ اور اس کی تقلید کی کوشش کرو۔ مسٹر گوکھلے اپنے تمام فرائض کو خاطر خواہ طور پر انجام دے کر ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ان کی جگہ لینے کو بڑھے گا۔ ایک فاتح بہادر کی طرح وہ اپنے نام کو غیر فانی بنا کر رخصت ہو رہے ہیں۔ نہ صرف تمہارے اس مجمع میں سے بلکہ تمام ہندوستان کا کوئی باشندہ بھی دوسرے عالم میں مادر وطن کے فرائض سے عہدہ برآ ہونے میں اس سے زیادہ قابل اطمینان حال بیان نہ کر سکے گا۔ اس وقت تک بہت کم لوگوں کو یہ خوش قسمتی نصیب ہوئی ہے۔ کہ وہ خدا کے سامنے اپنے فرائض کو ایمانداری سے سرانجام دینے کا ذکر کرنے کے قابل

ہوئے ہوں۔ مسٹر گوکھلے کو میں ان کی جوانی کے زمانے سے جانتا ہوں۔
اول اول وہ نہایت معمولی اور سادہ آدمی تھے۔ وہ کوئی انعام دار نہ تھے
وہ کوئی جاگیر دار نہ تھے۔ وہ کوئی افسر نہ تھے۔ جیسے ہم سب یہاں موجود
ہیں۔ ایسے ہی وہ بھی ایک معمولی آدمی تھے۔ اور وہ محض اپنی طباعی کے
زور سے اور اپنی قابلیت سے اس قدر بلند درجے کو پہنچ گئے۔ مسٹر گوکھلے
ہمارے درمیان سے رخصت ہو رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے بعد
بہت کچھ قابل تقلید باتیں چھوڑ دی ہیں۔ تم میں سے ہر ایک کو ان کی
زندگی کی نظیر اپنی آنکھوں کے سامنے قایم رکھنی چاہیئے۔ اور ان کی کمی
کو پورا کرنے کے لئے کوشاں ہونا چاہیئے۔ اور اگر تم ان کی تقلید میں
اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ تو دوسری دنیا میں بھی وہ ہمیشہ خورم
شاد رہیں گے۔

از سر نو مستعدی

مسٹر تلک گھر آتے ہی اپنے کام میں مصروف نہ ہوئے۔ بلکہ
انہوں نے اتنا عرصہ صبر کیا۔ کہ وہ اپنے میدان محنت مشقت سے
جہاں وہ مدت سے غیر حاضر تھے۔ کسی قدر آشنا ہو جائیں۔ دوسرے
ابھی سیاسیات کی حالت موافق نہ تھی۔ انہیں کچھ عرصہ اس امر کا انتظار
کرنا پڑا۔ کہ کانگرس کا سمجھوتہ کیا روش اختیار کرتا ہے لیکن وہ ۱۹۱۵ء
میں بمبئی [illegible] کی ... کانگرس میں شریک ہوئے

مسٹر جوزف بپٹسٹا کی زیر صدارت منعقد ہوئی تھی +

کانگرس کے سمجھوتے کے سوال کے فیصلہ اور ہوم رول کی تحریک کے آغاز کے بعد مسٹر تلک کھلے کھلے طور پر میدان سیاسیات میں اترے + ۱۹۱۶ء کے مئی۔ جون میں انہوں نے احاطہ بمبئی میں ایک سفر کیا۔ اور نہایت عظیم الشان اور بڑی جمعیتوں کو مرہٹی زبان میں سلسلہ وار لیکچر دیئے۔ یہ خطبات زیادہ تر حکومت خود اختیاری کے متعلق تھے۔ اور مسٹر تلک کی عام ادبی رنگ کی نہایت عمدہ مثالیں ہیں +

مقرر کی حیثیت سے

مسٹر مہتہ۔ بوس یا بنرجی کی تحریر و تقریر میں جو حسن عبارت اور بے تکلفی ہوتی ہے۔ وہ مسٹر تلک میں مفقود ہے۔ تعلیم و تربیت یافتہ مجمعوں میں ان کی تقریریں محض دقیق و مشکل سوالات کے متعلق درخشاں نمائش ہی کا پر زور اظہار نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان میں منطق اور نہایت عمدہ استدلال بھی موجود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اظہار شائی اور تند جذبات کی زبردست آمیزش بھی ہوتی ہے۔ وہ کبھی جذبات کو متاثر نہیں کرتے۔ بلکہ برخلاف اس کے ان کے تمام کلام میں شان وکالت کی قوت استدلال صاف صاف موجود ہوتی ہے۔ اور باہم پراگندگی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا +

ان کی تقریر دل میں اک آگ بند ہوتی ہے۔ ان کے رمز و طنز قیامت

ڈھاتے ہیں۔ لیکن ان کے ہمدردانہ مذاق کے چھینٹے اس ہجو و مذمت کو
بہت ہلکا کر دیتے ہیں +

جب وہ تعلیم یافتہ جماعت کو خطاب کرتے ہیں۔ تو نہایت اختصار
سے کام لیتے ہیں۔ لیکن غضب کا فیصلہ کن ڈھنگ اختیار کرتے ہیں۔
انہیں عبارت کی تزئین اور حسن کا خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے خیالات
کا اظہار بے تکلف اور بے انتہا سیدھے سادے اور فیصلہ کن ڈھنگ
کا ہوتا ہے۔ البتہ جب وہ کسی بڑی جماعت کو خطاب کر رہے ہوں۔
تو تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ وہ معاملے کے ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔
اور معمولی روزمرہ میں اور نہایت آسان و سلیس علم و تجربے کی اصطلاحوں
میں سیاسیات پر مسائل بیان کر جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مقناطیسی
شخصیت حاضرین کو دہلا دیتی ہے۔ اور تقریر میں دماغ پر اثر کرنے کے
ساتھ ساتھ روح کو بھی متحرک کر دیتی ہیں +

ہندوستان کے اور کسی شخص نے جمعیت کے دلوں کو اس طرح
قابو نہیں کیا۔ جس طرح مسٹر تلک نے کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی اور
شخص نے ان کے دلوں پر اس قدر زبردست حکومت کی ہے +

"نیک چلنی" کی ضمانت

لیکن نظام و عاز و طبقہ عوام کی محبت کا دعوے کرتے ہیں مسٹر
[illegible]

تھے۔ اور چونکہ حسد بھی محبت کی ایک خصوصیت ہے۔ اس واسطے طبقہ عوام کے شیدائیوں نے مناسب سمجھا۔ کہ مسٹر تلک سے چالیس ہزار روپیہ بطور نیک چلنی کی ضمانت کے طلب کیا جائے۔ چنانچہ جولائی میں انہیں ایک نوٹس دیا گیا۔ کہ وہ تشریح سے ان اسباب کو بیان کریں جن کے باعث ان سے ضمانت نہ طلب کی جائے۔

پونا کے جس مجسٹریٹ نے یہ حکم نافذ کیا تھا۔ اس نے ایک قدیم وبیہودہ طریقے کے مطابق خود ہی اپنے حکم کو ایک جج کی حیثیت میں صحیح بھی قرار دیا۔ لیکن بمبئی کی ہائی کورٹ میں مقدمے کی اپیل داخل کی گئی۔ اور ہائی کورٹ نے ایک دفعہ پھر برطانیہ کی انصاف پسندی کی روایات کو صحیح ثابت کر دیا۔

ججوں نے فیصلہ کیا۔ کہ مسٹر تلک کی تنقیدی تقریریں۔ گو تیز اور سخت تھیں۔ لیکن گورنمنٹ کے متعلق نہ تھیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے ایک نظام پر ان کی رائے کا اظہار تھا۔

قانون کی رو سے جو گورنمنٹ قایم ہے اس پر کسی قسم کا حملہ نہ تھا اور چونکہ مسٹر تلک نے تعلقات برطانیہ کو اپنی تقریروں میں ناپسندیدہ قرار نہیں دیا۔ اس واسطے اس پر بغاوت کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ ججوں نے اس امر پر بھی زور دیا تھا۔ کہ کسی تقریر کو باغیانہ ثابت کرنے کے لئے ادھر ادھر سے کچھ فقرے چن لینے کافی نہیں

اور حاضرین پر اس کا کیسا اثر پڑتا ہے ۔
ضمانت کا روپیہ مسٹر تلک کو واپس کر دیا گیا۔ لیکن حکام دفاتر شمشتاہ کی قانونی عدالتوں کے فیصلے پر کیسا اکتفا کرتے۔ اس بربت کے بعد انہوں نے قانون تحفظ ہند کے ماتحت ایک حکم نافذ کیا۔ جس کی رو سے صوبہ جات پنجاب و دہلی میں داخلے کی ممانعت ہو گئی لیکن جب مسٹر تلک دہلی میں مسٹر ماٹیگو وزیر ہند سے ملاقات کرنے کی خواہش مند ہوئے۔ تو گورنمنٹ نے اس موقعہ کو مستثنےٰ قرار دے کر انہیں دہلی آنے کی اجازت دیدی۔

اکسٹھویں سال گرہ

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پونا کے اس حکم کی تعمیل اس روز عمل میں آئی جس روز مسٹر تلک اپنی اکسٹھویں سال گرہ کے موقع پر تمام اہل تلک کا خراج مبارکباد قبول کر رہے تھے ۔
مہاراشٹر میں ان کے معتقدین نے اسی روز ایک مبارکباد کی تقریر ان کے سامنے پڑھی۔ اور ایک لاکھ روپے کی نقد رقم ان کی خدمت میں پیش کی۔ مسٹر تلک کی جوابی تقریر میں انسانیت کی بلند ترین خصوصیات نمایاں تھیں۔ ان کی تقریر میں حب وطنی اور عالی ہمتی کی وہ روح بھری ہوئی تھی۔ جس پر دنیا کی زبردست سے زبردست طاقت غالب نہ آسکتی تھی ۔ مادر وطن کی صدا پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

جو اہم۔ زبردست اور دشوار قومی خدمت آج ہمارے پیش نظر ہے۔
اس کی انجام دہی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ تم سب متفق ہو کر پہلے سے
بھی زیادہ ہمت۔ دلیری اور استقلال سے کام لو۔ یہ ایک ایسا کام نہیں
جسے مستقبل پر چھوڑا جا سکے۔ ہماری مادر وطن ہم میں سے ہر ایک کو بیدار
اور مستعد ہونے کے لئے پکار رہی ہے۔ اور مجھے امید نہیں۔ کہ اس
کے فرزند اس صدا کو کچھ اہمیت نہ دیں گے۔ بہر حال مجھے معلوم ہوتا
ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ کہ میں یہ درخواست کروں۔ کہ تم اپنی مادر وطن کی اس
صدا کے جواب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور تمام تفرقات کو اپنے دماغوں
سے فراموش کر کے قوم کے لئے ایک نظیر پیش کرنے کی کوشش کرو۔ اس
راستے میں خوف۔ رقابت یا حسد کی گنجائش نہیں۔ خدا ہمارے مساعی
کو بار آور کرے گا۔ اور اگر ہم اس سے فائدے اٹھا سکے۔ تو آیندہ
نسلیں ان کے پھل پائیں گی۔

ہوم رول اور کانگریس کا کام

مہاراشٹر ہوم رول لیگ ۱۹۱۶ء میں بمقام پونا ان کی سرپرستی میں قائم
ہوئی۔ اخبار رسالوں اور تصنیفات و تالیفات کے ذریعے لیگ اب تک
توسیع اشاعت کا کام نہایت اچھی طرح سرانجام دیتی رہی ہے۔ مسٹر تلک نیشنل
کانگریس کے لکھنؤ کے اجلاس میں شامل ہوئے۔ اور ان کا نہایت پرجوش
استقبال ہوا۔ اور انہوں نے حکومت خود اختیاری کے متعلق ایک تابناک

رزولیوشن کی تائید کی۔ خصوصاً ان کی تقریر کے دو حصوں کا اقتباس قابل بیان ہے۔ حقوق اقوام کی نسبت انہوں نے کہا:۔

حضرات۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ہم ہندو مسلمان بھائیوں کے مقابل میں بہت دب گئے ہیں...... مجھے اس بات کی ذرا بھی پروا نہ ہوگی۔ اگر حکومت خود اختیاری کے حقوق صرف مسلمانوں کو یا صرف راجپوتوں کو یا ہندوؤں کی کسی معمولی یا پنچ ذات کو دے جائیں۔ بشرطیکہ گورنمنٹ کی نگاہ میں وہ ان حقوق کے استعمال کے لئے ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت سے زیادہ استعداد رکھتے ہوں۔

کانگریس لیگ اسکیم کے متعلق مسٹر تلک انتہا پسند لیڈر نے کہا:۔

اگرچہ یہ مکمل ہوم رول نہ ہوگا۔ مگر پھر بھی اسے محض ابتدائی چیز خیال نہ کرنا چاہئے۔ یہ لوکل سلف گورنمنٹ سے بدرجہا اچھا ہے...... دراصل اسے کانگریس کے گذشتہ تین سال کے تمام رزولیوشنوں کا مجموعہ کہنا چاہئے...... میں آپ سب سے استدعا کروں گا۔ کہ اس ایک رزولیوشن کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام کوششیں۔ جدوجہد ہمت۔ استقلال اور تمام خواص جو آپ کی رسائی میں ہوں صرف کر دیں۔

مسٹر تلک نے ایک دفعہ پھر اسی رزولیوشن پر ۱۹۱۹ء میں کلکتہ میں تقریر کی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس وقت مسٹر تلک نے اعتدال پسند جماعت سے بھی مصالحت کی ضرورت کے متعلق نصیحت کی۔

یہ تمام باتیں مرہٹہ قوم کے اس [illegible] سیاست [illegible]

ہونے کے ثبوت ہیں۔ جن سے زندگی کے عملی پہلو کو کبھی نظرانداز نہیں کیا +

اختتام

یہ تمام اقتباسات مسٹر تلک کے سیاسی خیالات کا نمونہ ہیں۔ اب گو ان کی عمر ۶۳ سال سے اوپر ہے۔ مگر پھر بھی ان میں وہی نوجوانوں کے سے ولولے اور امنگیں ہیں + وہ سب سے مقدم کام یہ سمجھتے ہیں۔ کہ حکومت اختیاری کی ضروریات کو لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ان کے دلوں میں شوق پیدا کیا جائے

مسٹر تلک کی زندگی ڈراموں کے سے عجیب و غریب واقعات سے پُر ہے۔ مسٹر تلک کی زندگی کا آغاز ہی پیشے کے اسی انتخاب سے ہوا جس میں بے انتہا ایثار اور قربانی کی ضرورت تھی۔ ایک اخبار نویس اور سیاست دان ہونے کی حیثیت میں وہ ہمیشہ اپنے فرائض نہایت خوبی سے ادا کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے نتائج کی کبھی ذرہ بھر پروا نہیں کی۔ امید اور ہمت نے ان کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کی تمام زندگی تکالیف اور مصائب سے لبریز ہے۔ انہوں نے ان سب کا نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ قید با مشقت کی مصیبتیں اٹھائیں۔ اور جلاوطنی کی سختیاں بھی جھیلیں۔ ایسے لمحوں میں جو اوروں کے لئے قلق کا باعث ہوتے ہیں +

مسٹر تلک نے اپنے خیالات منطق کے مطالعہ میں بھی صرف کئے۔ غیر متزلزل استقلال اور مستقل مزاجی نے ان کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑا وہ اپنے مقاصد نہایت وفاداری سے ادا کرتے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں میں پیدا ہوکر جنہوں نے حقیقی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ وہ اپنے مہاراشٹر کے تمام ہم وطنوں کے دلوں کے مندر میں ایک عالم عاشق وطن اور شہید کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دارالاشاعت پنجاب لاہور

دارالاشاعت پنجاب لاہور ۱۸۹۶ء میں لاہور میں قایم ہوا تھا۔ اور ۱۲-سال کے عرصے میں اس نے ملک کی تعلیمی خدمات اس خوبی و عمدگی سے انجام دی ہیں کہ تمام ملک نے اس کا اعتراف کیا ہے ◆

دارالاشاعت مذکور نے ۱۸۹۸ء میں مستورات کے لئے ایک اردو ہفتہ وار اخبار "تہذیب نسواں" جاری کیا۔ جو اب تک مولوی سید ممتاز علی صاحب کی سرپرستی اور محترمہ آصف جہان بیگم کی اڈیٹری میں جاری ہے۔ یہ اخبار تمام ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار ہے۔ اور اس نے ہندوستان کی مستورات کی تعلیم و ترقی اور بیداری میں بے انتہا قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ملک کی قابل و تعلیم یافتہ مستورات اور مرد اس میں نہایت مفید مضامین لکھتے ہیں۔ اور یہ اس احتیاط سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ کہ معززین شرفا اطمینان سے اس کو اپنی مستورات کے ہاتھوں میں جانے دیتے ہیں۔ اس کی سالانہ قیمت مع محصول ڈاک للعہ ہے۔ نمونہ مفت ◆

دارالاشاعت سے ننھے بچوں کے لئے ہفتہ وار اخبار "پھول" شائع ہوتا ہے۔ اس میں نہایت آسان و دلچسپ اور نصیحت خیز کہانیاں اخلاق کی درستی اور معلومات کے بڑھانے والے مضمون اور مزے دار نظمیں درج ہوتی ہیں۔ اس کا خط بھی جلی ہے۔ کہ بچے آسانی سے پڑھ سکیں۔ اور اس

کی مقبولیت اس سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے - کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی
کئی سالوں سے اسے ہزاروں کی تعداد میں خرید کر سرکاری سکولوں
میں پہنچاتی ہے - اس کی سالانہ قیمت مع محصول ڈاک ۱۸ ہے -
نمونہ مفت ✦

دارالاشاعت ایک ماہوار ادبی رسالہ "کہکشاں" بھی شائع کرتا
ہے - ملک کے تمام مشاہیر انشا پرداز مولوی عبدالحلیم شرر - سید سجاد حیدر
بی - اے - مولانا نیاز محمد خاں نیاز فتح پوری - قاضی عبدالغفار ایڈیٹر
"جمہور" - خواجہ حسن نظامی - مولوی راشد الخیری - ڈاکٹر اقبال مولانا
حسرت موہانی اپنے جواہر ریزوں سے اس کی رونق کا باعث ہو
ہیں - اس کی سالانہ قیمت مع محصول ڈاک للعہ ہے - نمونہ کا پرچہ

اخباروں اور رسالوں کے علاوہ دارالاشاعت نے ایک
کتب خانہ بھی قائم کیا ہے - اس میں مردوں عورتوں اور بچوں کے
لئے جملہ مفید اور ضروری کتابیں بہم پہنچائی گئی ہیں - دارالاشاعت
کی تمام تصانیف اور اخباروں - رسالوں پر ملک کے اردو انگریزی
اخبارات اور رسالے نہایت شاندار ریویو کر چکے ہیں - درخواست
آنے پر فہرست کتب مفت بھیجی جائے گی ✦

منیجر

دارالاشاعت پنجاب

۱۹۵ ریلوے روڈ لاہور

غضنفر علیخان نے شائع کی